علوم السنہ
ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

علامہ اقبال اور تصورِ عشقِ رسول ﷺ

Allama Iqbal and the Concept of Passionate Love for the Prophet (PBUH)

Dr. Fareed Hussaini*
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Chakwal, Chakwal. Email: ghulam.fareed@uoc.edu.pk

Dr. Ahmad Hussain Haady
Houston (U.S.A.) Email: drahhnd@gmail.com.

Abstract:
Allama Muhammad Iqbal, as a philosopher-poet of the Muslim world, profoundly analyzed the decline of the Muslim Ummah and identified its underlying causes. According to him, one of the major reasons for this downfall is the Muslims' preoccupation with outward rituals while neglecting the true spirit of Islam. Another fundamental cause, in his view, is the weakening of the Ummah's emotional and spiritual attachment to the Holy Prophet (PBUH). Despite his criticism, Iqbal never lost hope in the revival of the Muslim community. He firmly believed that the regeneration of Muslim glory lies in rekindling the flame of 'Ishq-e-Rasool' — the passionate love for the Prophet (PBUH). In his poetry, Iqbal expressed unparalleled devotion and deep reverence for the Prophet and urged Muslims to reawaken this love in their hearts as the foundation of faith and action. This article explores Iqbal's concept of 'Ishq-e-Rasool' as reflected in his poetry and its significance in reviving the moral and spiritual strength of the Muslim Ummah.

Keywords: Iqbal, Ishq, Prophet, Concept, Ummah, Love, Muslim, Poetry

تعارف:

علامہ اقبال جیسا فنکار اپنی شاعرانہ استعداد کار کو بروئے کار لاتے ہوئے حرف و معنی کے درمیان جو اختلاف پیدا کرتے ہیں اس میں دو صورتیں مرتعش ہوتی ہیں: اوّل ساحرانہ فضا جو فنی لوازمات کی بدولت بنتی ہے اور دوم فکری گہرائی۔ وہ گہرائی جس کے سوتے خیال آفرینی سے پھوٹتے ہیں۔ فنی و فکری تال میل سے معمولی مضامین بھی اہمیت اختیار کر جاتے ہیں جس کی مثال ان کی بچوں کے لیے لکھی گئی نظمیں ہیں۔

فارسی اور اردو شاعری میں پیش کردہ کئی موضوعات کو اقبال نے نئے زاویوں اور اچھوتے انداز میں نہ صرف پیش کیا بلکہ ان میں نئی معنویت کے در بھی وا کیے۔ عشق و خرد ان کی شعری کائنات کا مرکزی نقطہ ہے جن کے مسکن بالترتیب دل اور دماغ ہیں۔ انھوں نے ہر دو قوتوں کو تجسم عطا کر کے چلتے پھرتے کردار بنا دیا ہے۔ خرد کو جسمانی قویٰ کا کنٹرول دے کر مالک نے ایک طرح کی اس کی برتری کو قائم کیا مگر عشق بھی فعال طاقت کے طور پر اس اتھارٹی کو چیلنج کرتا رہتا ہے اور کبھی کبھار یہ حاوی ہو جائے تو جنون کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ شخص مجنون کہلاتا ہے مگر شاعر مشرق ہمیشہ صاحب دل کو صاحب عقل پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کے

---

* Email of corresponding author: ghulam.fareed@uoc.edu.pk

خیال میں عقل کی عملداری محدود ہے اور کائناتِ دل لامحدود۔ لہٰذا کائنات کی وسعتوں کو ورتۂ ادراک میں لانا عقل کے لیے ناممکن ہے۔ اس کے لیے دل میں مقیم عشق کو کام میں لانا پڑتا ہے۔

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں(۱)

یہ وہ قوت ہے جو ہم عناں ہو تو پہاڑ کا سینہ چیر کر اس میں جوئے شیر نکالی جاسکتی ہے اور انسان کو زیبا بھی ایسی ہی زندگی ہے۔

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

اقبال کی فکر میں ان کی طبعی عمر، تجربے اور مطالعے سے اتار چڑھاؤ آتے رہے مثلاً گھر میں مذہبی ماحول وراثت میں ملا، مولوی میر حسن کے ہاں مثنوی معنوی اور گلستان بوستان نے ان کے اخلاق کی آبیاری میں اہم کردار ادا کیا۔ مرے کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں مشنری اثرات اور قدر لبرل فلسفیانہ علمی فضا میں وہ تشکیک کا شکار ہوئے اور پھر ان کے وسیع مطالعہ نے ان کو ایک طرح سے مذہب بیزار بنا دیا۔ (اس بات کا انھوں نے خود اعتراف بھی کیا ہے کہ قریب تھا کہ وہ ملحد ہو جاتے مگر ورڈزورتھ کی شاعری کے توسل سے خدائے لم یزل کی طرف دوبارہ پلٹے۔) ذہنی بلوغت کے ساتھ تدبر اور تفکر کو کام میں لاتے ہوئے مذاہب عالم کی جانکاری کے بعد وہ ایک ایسے عظیم مقام و مرتبے کے حامل ٹھہرے کہ جہاں ایک عالم، فقیہ اور صوفی طویل جدوجہد اور ریاضت کے بعد پہنچتا ہے۔ ابن عربی اور مولانا جلال الدین رومی سمیت پوری اسلامی فقہ اور صوفی ازم سے استفادہ کے باوجود ان کے ہاں تقلید کی روش نہیں ملتی بلکہ وہ انفرادیت کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔ دین اسلام کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی ہے نہ انفرادی ہے اور نہ پرائیویٹ بلکہ خالص انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔“(۲)

اقبال ادیانِ عالم کے عمیق مطالعے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کامران ہوئے کہ خدا کے فرستادہ انبیاء اور رسل اور ہادیان حق کا پیغام ایک ہی تھا اور ان کی بعثت کا تسلسل زمان و مکان کی مناسبت سے جاری و ساری رہا۔ ابو البشر سے ختمی مرتبت تک دعوت میں سر مو انحراف نہیں دیکھنے میں آیا۔ علامہ کی افتادِ طبع گھر کا ماحول جس میں آپ کے والدین کا بنیادی کردار ہے ٹھیٹ مشرقی تہذیب میں ڈھلا ہوا عقیدت کی دولت سے مالا مال تھا۔ بچپن میں جو رنگ ان پر چڑھا اس کی نقش گری اتنی پختہ تھی کہ وہی آئندہ زندگی کے لیے سرمایہ حیات ٹھہرا۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خان اس بابت یہ دعوی کرتے ہیں:

”عشق رسول اور قران مجید سے علامہ اقبال کے شخصی عناصر (Personal Element) کی تعمیر ہوئی۔“(۳)

اقبال کی شخصیت سازی میں عقیدت کی قوتیں اس وقت بھی فعال رہیں جب ان کے عقائد متزلزل ہو چلے تھے۔ مغربی علوم خصوصاً فلاسفی میں دلچسپی کے پیچھے محرکات میں ایک مشرقی توہم پرستی، بے عملی اور دوسری اہل شریعت و طریقت ہر دو سے بیزاری بھی کار فرما تھی۔

انھوں نے تاریخ کی بڑی شخصیت کو بغائر دیکھا جن میں ان کے معاصرین بھی شامل تھے اور وہ بھی جو اُن سے قبل گزر چکی تھیں مثلاً ہیگل، رام، نانک، رومی وغیرہ فرماں رواؤں میں افغانستان، اٹلی کے ڈکٹیٹر کو بھی شامل کرلیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال فقیروں اور شاہوں کی طاقت اور اثرپذیری کے شناسا اور پارکھ تھے۔ ان شخصیات کو دو طبقوں میں تقسیم کر کے ان کرنا صرف موازنہ کرتے ہیں بلکہ ایک کو دوسرے پر برتری اور فضیلت بھی دیتے ہیں:

پنپ سکا نہ خیاباں میں لالہ و دل سوز   کہ ساز گار نہیں یہ جہانِ گندم و جو

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی   ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ وخسرو

بنی نوع انسان میں فضیلت کے معیارات جو طے ہیں ان میں علم و عمل دونوں کی اہمیت حاصل ہے۔ تاریخ عالم کے عالموں نے خود انسانوں کی درجہ بندی بھی کی ہے مثلاً سر مائیکل ہارٹ نے دنیا کے ان خاص بندگان کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے دنیا کو متاثر کیا اور ان میں پیغمبر اسلام کو پہلے درجے پر رکھا۔ حالانکہ مسیحی ہونے کے ناطے اگر وہ مسیح علیہ السلام کا کو اولیت دیتا تو تعجب کی بات نہ تھی۔ علامہ نے عقل و خرد اور عشق و جنون دو پیمانوں سے مقام مصطفی متعین کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کے خیال میں عقل کے پاس جانچ کے ذرائع محدود ہیں، لہٰذا اس سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ نامکمل اور یک رخ ہوتے ہیں اور بعض اوقات عقل محض ٹرپ کے سوا کچھ بھی نہیں بتا سکتی۔ دوسری جانب عشق سے لاینحل مسائل کا حل بھی ممکنات میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات کے بارے میں بھی اقبال نے عشق سے کام لیا جس کا مقام دل ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

> "رسول اللہ کی ذات مبارک کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت کا حال اکثر لوگوں کو معلوم ہے مگر شاید کسی کو نہیں معلوم کہ انھوں نے اپنے بارے فلسفے اور اپنی تمام عقلیت کو رسولِ عربی کے قدموں میں ایک متاعِ حقیر کی طرح نذر کر دیا تھا۔"(۴)

حکیم و دانشور کے لیے یہ سمجھنا قطعاً حیرت انگیز نہیں کہ انسان زمین پر خلیفۃ اللہ کے منصب پر فائض ہے تو انبیاء اور رسلؑ کا مقام کیا ہو گا؟ موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جو کارنامے سرانجام دیے اور جناب مسیح نے جو مسیحائی کی وہ بقوت عطائے پروردگار تھی۔ علامہ نے اپنی شاعری میں کئی مقامات پر بنی اسرائیل کے ان دو صاحبان شریعت رسولوں کا ذکر کیا اور ان کے معجزات کو مردِ مومن کی صفات قرار دیا:

(ا) مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

(ب) بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

(ج) جہاں اگرچہ دگر گوں ہے قم باذن اللہ
وہی زمین وہی گردوں ہے قم باذن اللہ

کیا نوا آتشیں جس نے تیری رگوں میں
وہی خوں ہے قم باذن اللہ (۵)

اس اصول کو اقبال نے ختمی مرتبت کے اوپر منطبق نہیں کیا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے دانش افرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اقبال کو معلوم تھا کہ حفظ مراتب میں جو تفاوت کلیم اور طہٰ میں ہے وہ طور پر پاپوش اتارنے اور عرش پر پہنے رکھنے سے صاف عیاں ہے۔ پروفیسر سید محمد عبدالرشید نے نظم "جاوید نامہ" کے حوالے سے لکھا ہے: "جاوید نامہ" کی سیر آسمانی میں اقبال کی مرزا غالب سے ملاقات ہوتی ہے تو مرزا کی زبان پر یہ ترانہ ہوتا ہے:

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا ست
رحمت للعالمین انتہا ست (۶)

اقبال کی طبعی اور ذہنی کائنات مختلف ارتقائی منازل سے گزری اور ان کے جذبات و نظریات میں کئی اتار چڑھاؤ آئے مگر ایک نکتہ جس کے بارے میں وہ متذبذب نہ ہوئے وہ ہے عشقِ رسول۔ مندرجہ بالا اشعار "جاوید نامہ" سے ماخوذ ہیں جو ان کی زندگی کی اواخر کا شعری مجموعہ ہے۔ اب "اسرارِ خودی" کو لیجیے جو اوائل جوانی کی تصنیف ہے اور پہلا مجموعہ کلام ہے:

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوات تعبیر خواب زندگی
اے زمین از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسۂ باست بلند
شش جہت روشن زتاب روئے تو
ترک و تاجِ کو عرب و ہند و تو

علم و جہل کو روشنی و تاریکی سے تشبیہاتی نسبت ہے خود وجود اور عدم کو بالترتیب سفید اور سیاہ رنگوں کا استعارہ مانا جاتا ہے۔ کائنات کے تمام موجودات کے اسماء ہیں اور آدم کی ملائک پر برتری ان اسماء کا علم ہے۔ علم کا دائرہ بڑھا تو حضرت انسان نے ان جذبات و احساسات کو بھی مختلف ناموں سے معنون کر دیا، جیسے محبت، نفرت، جاڑا، گرمی وغیرہ۔ بات مزید آگے بڑھی تو تخیل اور ادراک کی دنیا جو حقیقتاً ہمارے لیے عدم ہے اس کو بھی نام دیے گئے جیسے دیوی دیوتاؤں کے نام۔ خود الہامی کتب نے اس تصوراتی دنیا کو حقیقی دنیا جیسا وجودی قرار دیا مثلاً فرشتے، شیطان، جنت و دوزخ وغیرہ۔ ان اسماء میں سے چند کو اسم اعظم قرار دیا۔ حضرت علامہ نے پیغمبر ذی وقار کے ذاتی نام کے متعلق علم کلام کی رو سے ایک اچھوتے پہلو کا انکشاف کیا:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

ان کی شاہکار نظم "جواب شکوہ" میں ایک شعر جو بیت النظم کا درجہ رکھتا ہے اور جو زبان زد عام بھی ہوا۔ خدا کی طرف سے گویا امت

مسلمہ کو تسخیر کائنات کی کنجی عطا کر دی گئی:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبال نے مقام پیغمبر اسلام کے تعین میں قرآن مجید سے رہنمائی لی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ آپ کی ذات گرامی سے عشق ہی وہ پیمانہ ہے جو ہمیں کامیابیوں سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ ان کے حکم سے سر مو کوتاہی بطور امت ہماری گمراہی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس بات پر وہ ایمانِ کامل رکھتے تھے کہ کتاب کو صاحب کتاب کے بغیر رکھ کر نہیں دیکھا جا سکتا۔ مغربی مفکرین اور فلاسفرز کی نری عقلی منطق کو علامہ نے چیلنج کیا اور یہ تک کہا:

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں
اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

ڈاکٹر جاوید اقبال نے لکھا ہے کہ علامہ اقبال جرمن فلاسفر گوئٹے سے بہت متاثر تھے جو خود پیغمبر اسلام اور قرآن تعلیمات سے متاثر تھا۔ اس نے ایک نظم لکھنے کا ارادہ کیا مگر مکمل نہ کر سکا۔ اس کا صرف ابتدائی حصہ لکھا جس میں حضور اکرم ﷺ کو حیاتِ جوئے آب سے تشبیہ دی، جس کا کام نالے ندیوں کو اپنی آغوش میں لے کر سمندر کی طرف لے جانا ہے۔ یعنی تمام انبیاء و صالحین جناب رسالتِ مآب ﷺ کی جانب رجوع کرتے ہیں، ان کی ذات میں پناہ گزیں ہو کر وہ گویا حیات جوئے آب کا حصہ بن جاتے ہیں اور پھر پیغمبرِ اکرم ان کو خدائے بزرگ کی طرف لے جاتے ہیں جو اس دنیوی زندگی کا انجام بخیر بھی ہے اور مقصدِ تخلیقِ آدم بھی۔ اقبال گوئٹے سے شاید اسی واسطے بہت متاثر تھے:

> "زندہ رود نام بھی انہوں نے غالبا حضور کے حوالے سے اپنے لیے چنا، چونکہ وہ حضور کو انسان کامل سمجھتے تھے اس لیے ان کے نزدیک ہر مسلمان کے لیے حضور کے نقش قدم پر چلنا فرض تھا۔"(۷)

اقبال جس پر آشوب دور میں زندگی بسر کر رہے تھے وہ عالمِ اسلام کے لیے ایک آزمائش کا زمانہ تھا۔ عثمانی خلافت کا خاتمہ ہو چکا تھا، عرب نیشنلزم کے نعرے نے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے۔ خود علامہ کے اپنے وطن میں عیسائی مشنری ایک خاص مقصد کے تحت اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف صف آرا تھے اور انہی کی بچھائی گئی بساط پر مسلمانوں میں فرقہ بندی اور گروہ بندی کو ہوا دی جا رہی تھی۔ نور و بشر کے مباحث نے مجادلوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ حضور کی ذات گرامی سے الفت و موٗدت اور اسوۂ حسنہ پر چلنے کو دو الگ الگ چیزیں بتایا جا رہا تھا چنانچہ اسی لیے سر سید کی فرمائش پر لکھی گئی نظم میں حالی کو کہنا پڑا:

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

طاغوتی طاقت کا مطمعۂ نظر یہ تھا کہ پیغمبر اسلام سے عقیدت اگر مسلمانوں میں باقی نہ رہے تو ان کو مٹانا آسان ہو جائے گا چنانچہ شاعر مشرق نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

(ا) وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

(ب) تازہ میرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفی ، عقل تمام بو لہب

علامہ اقبال اس نظریے پر یقینِ محکم رکھتے تھے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات سے مودت کے بنا دنیا میں عزت کا حصول ناممکن ہے۔ ان کے پیغام کو ورطہ ٔادراک میں لانے کے لیے قلب رقیق اور حساس طبع کا ہونا لازم ہے:

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمھیں پاس نہیں

حضور کا مقام و مرتبہ خود خالق کائنات نے اپنی تمام الہامی کتب میں بالعموم اور آخری کتاب میں بالخصوص متعین کر دیا ہے۔اس کی مزید توضیح و تفسیر حدیث میں موجود ہے۔ علامہ نے اپنا نقطہ ٔنظر عین شریعت کی روشنی میں ڈھالا۔ انھیں معلوم تھا کہ ملوکیت نے اپنے مخصوص ایجنڈے کے تحت اپنے ذاتی و سیاسی اعمال کو اسلام کے کھاتے میں ڈال کر دین کا چہرہ مسخ کیا ہے اور ان کے ادوار میں ان کی ایما پر حضور کی ذاتِ مقدسہ کو ایک عام انسان یا ایک عرب سردار کے روپ میں پیش کیا ہے، جس کی طرف علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی میں اشارے بھی کیے ہیں۔ وہابی تحریک کے زیر اثر جس طرح کے عقائد بنے ان میں حدیث کا انکار اور ذات محمدی سے محبت و عقیدت کو شعوری طور پر گھٹانے کی کوشش کی گئی۔ شاعر مشرق نے ان تمام عناصر کو دندان شکن جواب دیا، اس لیے کہ یہی تو اسلام دشمن قوتوں کا ایجنڈا ہے:

مصطفی برسا را کہ دیں ہما اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب "اقبال کامل" میں ان کے عشقِ رسول کی بابت لکھا:

"جب حضور کا نام مبارک یا ذکر مبارک کسی کی زبان پر آجاتا تو ان کی آنکھیں بے اختیار اشک آلود ہو جاتیں۔"(۸)

یوں تو دنیا میں کسی بھی عمل کے لیے ذوق اور خلوص کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ وہ کام محض بیگار کے سوا کچھ بھی نہیں اور ایسے امور بے برکتی کی وجہ سے مطلوبہ نتائج دینے کے اہل بھی نہیں ہوتے۔ ایسے کام جن میں قلبی لگاؤ مفقود ہو کرنے سے بہتر نہ کرنا ہے علامہ نے یہی کہہ رکھا ہے:

نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی(۹)

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

۱۔ محمد اقبال، علامہ، بالِ جبریل، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۳۵ء، ص۲۹۔

Muhammad Iqbal, Allama, Baal-e-Jibreel, Taj Company Limited, Lahore, Taba Awal, 1935, P.29.

۲۔ فتح محمد ملک، اقبال فکر و عمل، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2009ء، ص28۔

Fateh Muhammad Malik, Iqbal Fikr-o-Amal, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2009, P.28.

۳۔ غلام مصطفی خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1977ء، ص۵۔

Ghulam Mustafa Khan, Dr., Iqbal aur Qura'n, Idara Saqafat Islamia, Lahore, P.5.

۴۔ عبد السلام ندوی، مرتبہ: اقبال کامل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ص64۔

Abdul Salam Nadvi, Murattaba: Iqbal-e-Kamil, National Book Foundation, Islamabad, P.64.

۵۔ محمد اقبال، علامہ، ضربِ کلیم، کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۶۴۔

Muhammad Iqbal, Allam, Zarb-e-Kaleem, Kapoor Art Printing Press, Lahore, 1944, P.64.

۶۔ محمد عبد الرشید، سید، پروفیسر، اقبال اور عشقِ رسول ﷺ، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۳ء، ص۱۹۔

Muhammad Abdul Rasheed, Syed, Prof., Iqbal aur Ishq-e-Rasool(PBUH), Etqaad Publishing House, New Delhi, 1983, P.19.

۷۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص17۔۱۸۔

Javed Iqbal, Dr., Zinda Rood, Sang-e-Meel Publications, Lahore, P.17-18.

۸۔ عبد السلام ندوی، مرتبہ: اقبال کامل، ص62۔

Abdul Salam Nadvi, Murattaba: Iqbal-e-Kamil, P.62.

۹۔ محمد اقبال، علامہ، بالِ جبریل، ص۲۳۔

Muhammad Iqbal, Allama, Baal-e-Jibreel, P.23.